Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635

Print ISSN 3006-4627

Vol. 3 No. 11 (2025)

WOMEN'S EDUCATION IN THE LIGHT OF THE HOLY QURAN: AN INTELLECTUAL STUDY

قرآن کریم کی روشنی میں تعلیم نسواں: ایک فکری مطالعہ

محمد خطیب

پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر،شعبہ فکری اسلامی ، تاریخ و ثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ،اسلام آباد

ڈاکٹر حافظ طاہر اسلام

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکری اسلامی ، تاریخ و ثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ،اسلام آباد

tahir·islam@aiou·edu·pk

Abstract

Before the advent of the Holy Prophet (peace be upon him), ignorance prevailed throughout the Arabian Peninsula. Very few people knew how to read and write, and even those who were literate were far removed from proper moral and intellectual training. The condition of women during that era was deplorable. Educating or training them was unimaginable, for even the very existence of daughters was considered unbearable. The people were so deeply engrossed in the pleasures and vanities of worldly life that the thought of a higher, divine reality never crossed their minds. Islam came and presented to humanity a profound philosophy of life, one that established moral principles and defined clear rights and responsibilities for both men and women. It laid down rules of lawful and unlawful conduct and taught faith in Allah and obedience to His Messenger (peace be upon him). When people began to embrace this philosophy of life, they learned how to live with purpose and dignity. Through this divine guidance, they attained such a level of education, discipline, and moral refinement that they became the leaders and guides of the world. Therefore, it is essential today to highlight the concept of women's education in the light of the Qur'anic teachings. It is in response to this very need that the present research paper has been written.

Keywords: Holy Prophet (PBUH), Islam, Quranic Teaching, Allah.

Article Details:

Received on 18 Oct 2025

Accepted on 08 Nov 2025

Published on 09 Nov 2025

Corresponding Authors*:

Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635

Print ISSN 3006-4627

Vol. 3 No. 11 (2025)

بعثت نبوی سے قبل عرب کے علاقہ میں ہر طرف جہالت ہی جہالت تھی۔ بہت ہی کم افراد پڑھنا لکھناجانتےتھے ۔اور وہ پڑھے لکھے بھی تربیت سے کوسوں دور تھے۔ اس زمانہ میں عورتوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی ۔ ان کو تعلیم دلوانا اور ان کی تربیت کرنا تو دور کی بات تھی، اس معاشرے میں تو لڑکی کے وجود کو برداشت کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ وہ لوگ دنیا کی رنگینی میں اتنے مدہوش ہو چکے تھے۔ ان کے تصور میں بھی یہ بات نہیں گزری تھی کہ اس دنیا سے ماورا بھی کچھ حقیقیں ہو تی ہیں ۔ اسلام نے آکر ان کے سامنے زندگی کا ایسا فلسفہ رکھا جس میں ایسے اخلاقی حقوق بیان کیے گئے ۔ جن میں مرداور خواتین کے زندگی گزارنے کے طریقے تھے ، جائز و ناجائز احکام کے ضابطے تھے، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی فرمانبرداری کی تعلیم تھی ۔ جب انہوں نے زندگی کے اس فلسفہ کو قبول کرنا شروع کیا تو ان کو زندگی گزارنے کے طور طریقے معلو م ہوئے اور وہ تعلیم و تربیت کی اس اسٹیج پر پہنچ گئے کہ وہ دنیا کے رہبر اور رہنما بن گئے ۔ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں تعلیم نسواں کو اجاگرکیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر زیر نظر مقالہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

قرآن کریم کی روشنی میں تعلیم نسواں

اسلام نے جہاں مردوں کی تعلیم و تربیت پر زور دیا وہاں عورتوں کی تعلیم و تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی ۔ جو خواتین بھی اسلام میں داخل ہوتیں ان کو اخلاقیات کی تعلیم دینے کے لیے اسلام نے اخلاقیات کے سنہرے اصول و قوانین بیان کر دیے ۔ یہ قوانین وحی متلو و غیر متلو دونوں صورتوں میں موجود ہیں ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ[1]۔

اے نبی ﷺاجب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کوکہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی، اور نہ چوری کریں گی اور نہ بد کاری اور نہ اپنی اولاد کا قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی ۔ جیسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی ۔ تو ان سے بیعت لیں اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہو رہاہے کہ جس طرح دین کے اصول و ضوابط کا احترام مرد پر لازم ہے ۔ اسی طرح خواتین پر بھی لازم ہے اور دین کے اصول و ضوابط پر اسی وقت عمل کرنا ممکن ہو گا جب وہ دین کی تعلیمات سے پوری طرح آگاہ ہو ں گی ۔ اگر دین کی تعلیمات سے آگاہی نہیں ہے تو پھر دین کے اصول و ضوابط پر عمل کرنا ناممکن ہے ۔

اس آیت کریمہ میں مسلمان عورتوں سے بیعت صرف مسلم مہاجرات کے ساتھ خاص نہیں ہے ۔ بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے ۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ کے تحت مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ اس آیت میں مسلمان عورتوں سے ایک تفصیلی بیعت لینے کا ذکر ہے۔ جس میں ایمان و عقائد کے ساتھ احکام شرعیہ کی پابندی کا بھی معاہدہ ہے ۔ سابقہ آیات جن کے سیاق میں یہ آیت بیعت آئی ہے۔ وہ اگرچہ ان مہاجرات کے ایمان کا امتحان کرنے کے سلسلے میں ہے ۔اور یہ بیعت ان کے امتحان ایمان کی تکمیل ہے ۔ لیکن الفاظ آیت عام ہیں ۔ نو مسلم مہاجرات کے ساتھ مخصوص نہیں ،بلکہ سب مسلمان عورتوں کے لیے عام ہیں اور واقعہ بھی اسی طرح پیش آیا کہ بیعت مذکورہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے والی صرف نو مسلم مہاجرات ہی نہیں دوسری قدیم عورتیں بھی شریک تھیں ۔[2]

اس تفسیر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اس آیت میں جن چھ چیزوں پر بیعت لینے کا ذکر ہے۔ وہ صرف نو مسلم مہاجرات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے ۔

اس بیعت میں جن احکام کو بیان کیا گیا ہے ان کا لحاظ کرنا صرف خواتین کے لیے ہی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ مردوں کے لیے بھی ان کا لحاظ کرنا ضروری ہے ۔اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ مردوں سے جو بیعت لی گئی وہ عموماًاسلام اور جہاد پر لی گئی ہے ، عملی احکام کی تفصیل اس میں نہیں ہے ۔ بخلاف عورتوں کی بیعت کے کہ اس میں تفصیل ہے ۔ وجہ فرق یہ ہے کہ مردوں سے ایمان و اطاعت کی بیعت لینے میں یہ سب احکام داخل تھے ۔ اس لیے تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور عورتیں عموماً عقل و فہم میں مردوں سے کم ہوتی ہیں ، اس لیے ان کی بیعت میں تفصیل مناسب سمجھی گئی ، یہ اس بیعت کی ابتداء ہے جو عورتوں سے شروع ہوئی مگر آگے یہ عورتوں کے ساتھ مخصوص نہیں رہی ، مردوں سے بھی انہی چیزوں کی بیعت لینا روایات حدیث میں ثابت ہے۔[3]

---

[1] الممتحنۃ ۱۲:۶۰

[2] محمد شفیع ، مولانا ،مفتی، معارف القرآن ، سروسز بک کلب ، راولپنڈی ، ج:۸،ص:۴۱۶

[3] محمد شفیع ،معارف القرآن ، جلد:۸، ص:۴۱۷

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN 3006-4635
Print ISSN 3006-4627
Vol. 3 No. 11 (2025)

عورتوں سے بیعت لینے میں ان چھ احکام کی پابندی کا ذکر اس لیے گیا ہے کہ عموماً عورتیں ان کاموں میں بے راہ روی کا شکار ہوتی ہیں اس لیے بیعت میں ان چیزوں کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے ۔اس آیت کریمہ میں جن چھ چیزوں پر بیعت لینے کا ذکر ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱:۔اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں ۔
یہ وہ بات ہے جو مردوں کی بیعت میں بھی آتی ہے ۔
۲:چوری نہ کرنا ۔
دوسری بات جس کا آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے وہ چوری نہ کرنا ہے اس کی تفصیل کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ دوسری بات چوری کرنا ہے بہت سی عورتیں اپنے شوہر کے مال میں چوری کرنے کی عادی ہوتی ہیں اس لیے اس کا ذکر کر دیا گیا ہے ۔[4]

۳:۔زنا نہ کرنا ۔
۴:۔ اپنے بچوں کو قتل نہ کرنا ۔
اس کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی کے ہاں کوئی لڑکی پیدا ہو جاتی تو اس کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا اور اس سے زندگی کا حق چھین لیا جاتا تھا ۔ اس آیت کریمہ کے تحت پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ چوتھی بات یہ کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، کیونکہ عرب معاشرے میں اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر نا وجہ عزت و فخر تھا ۔ نیز کئی لوگ بھوک سے تنگ آ کر بھی اپنی اولاد کو مار ڈالا کرتے تھے ۔ اسی میں اسقاط حمل بھی داخل ہے جب اس میں جان پڑ چکی ہو ۔جائز و ناجائز دونوں حملوں کے اسقاط کا ایک ہی حکم ہے ۔ شریعت اسلامیہ میں اس کو قتل شمار کیا جاتا ہے ۔[5]

۵:۔بہتان نہ باندھنا ۔
اس کی تفصیل کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب اسی آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ پانچویں بات یہ ہے کہ افتراء اور بہتان نہ باندھیں اس بہتان کی ممانعت کے ساتھ یہ الفاظ ہیں (بَینَ اَیدِیہِنَ وَ اَرجُلِہِنَ) یعنی اپنے ہاتھ اور پاؤں کے ساتھ بہتان نہ باندھیں ۔ ان کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ قیامت کے روز انسان کے ہاتھ اور پاؤں بھی اس کے اعمال پر شہادت دیں گے ، مطلب یہ ہوا کہ ایسے گناہ کے ارتکاب کے وقت یہ خیال رہنا چاہیے کہ میں چار گواہوں کے درمیان یہ کا م کر رہا ہوں جو میرے خلاف گواہی دیں گے ۔[6]

اس آیت کریمہ میں بہتان سے کوئی خاص بہتان مراد نہیں ہے بلکہ عام بہتان سے مراد عام ہے کہ عورت اپنے شوہر پر بہتان لگائے یا کسی اور پر بہتان لگائے ، کیونکہ کسی پر بھی بہتان لگانا جائز نہیں ہے حتی کہ ہماری شریعت نے تو کفار پر بھی بہتان لگانے سے منع کیا ہے ۔
پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ پانچویں چیز جس سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ عورتیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے آگے کوئی الزام اور بہتان تراشی نہ کریں ۔ اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں : کسی نوزائیدہ بچے کو اچک کر اپنی گود میں ڈال لینا اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ یہ میرا بچہ ہے ۔ اسی طرح بدکاری سے جو حمل قرار پائے اسے اپنے خاوند کی طرف منسوب کردینا نیز کسی دوسری عورت پر بد فعلی کا الزام لگانا ۔ یہ تمام صورتیں اس آیت کریمہ میں داخل ہیں ۔ اور اسلام نے ان تمام مذموم حرکتوں سے باز رہنے کا تاکیدی حکم فرمایا۔[7]

۶:۔وہ عورتیں کسی بھی نیک کام میں نبی اکرم ﷺ کی مخالفت نہیں کریں گی ۔اس آیت کریمہ کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ الازہر ی لکھتے ہیں کہ چھٹی بات یہ ہے کہ جس کی پابندی کا ان سے وعدہ لیا جا رہا ہے کہ ہر نیک کام جس کا حضور ﷺ حکم دیں وہ اس کی نافرمانی نہیں کریں گی ۔[8]

اس آیت کریمہ میں نیک کام کی قید لگائی گئی ہے حالانکہ نبی اکرم ﷺ تو ہر حال میں نیک کام کا ہی حکم دیتے ہیں اور برے کام کا آپ ﷺ کبھی حکم دے ہی نہیں سکتے کیونکہ نبی اکرم ﷺ معصوم ہیں نہ تو آپ ﷺ گناہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی گناہ کا حکم دے سکتے ہیں اس میں کیا حکمت ہو سکتی ہے ؟ اس حکمت کے بارے تبصرہ کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ یہاں ’’ معروف ‘‘ یعنی نیک کام کی قید لگانا جب کہ یہ یقینی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم معروف اور نیکی کے سوا ہو نہیں سکتا ، یا تو اس لیے ہے کہ عام مسلمان پوری طرح سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے یہاں تک کہ رسول ﷺ کی اطاعت بھی اس شرط کے مشروط کر

---

[4] محمد شفیع ، معارف القرآن ، ج:۸،ص ص:۴۱۸۔۴۱۷

[5] الازہری، محمد کرم شاہ ، پیر ، ضیاء القرآن ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ، لاہور ، ج:۵،ص:۲۰۴

[6] محمد شفیع ، معارف القرآن ، ج:۸، ص:۴۱۸

[7] الازہری، محمد کرم شاہ ،ضیاء القرآن ، ج:۵،ص:۲۰۴

[8] الازہری، محمد کرم شاہ ، ضیاء القرآن ،ج:۵،ص:۲۰۴

Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635 Print ISSN 3006-4627

Vol. 3 No. 11 (2025)

POLICY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW PJSSR HTTPS://JOURNALOFSOCIALSCIENCEREVIEW.COM/INDEX.PHP/PJSSR

دی گئی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں معاملہ عورتوں کا ہے ان سے عام اطاعت کہ ان کے کسی حکم کی خلاف نہ کریں گی ،کسی کے دل میں اس سے شیطان گمراہی کے وسوسے پیدا کر سکتا ہے اس کا راستہ روکنے کے لیے یہ قید لگا دی۔[9]

معروف کی قید کے بارے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ فقہائے اسلام نے فی معروف کی قید سے یہ قانون اخذ کیا ہے کہ حاکم وقت کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ شریعت اسلامیہ کے کسی قانون کے خلاف کوئی حکم صادر کرے ۔ اسی طرح کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی حاکم کی فرمانبرداری میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کا مرتکب ہو ۔ وہ فرماتے ہیں کہ فی معروف کی قید یہاں اس لیے ذکر نہیں کی گئی کہ حضور ﷺ غیر معروف کا بھی حکم دے سکتے ہیں ۔حضور ﷺ کا تو جو ارشاد بھی ہو گا وہ حق ہو گا ، وہ سچ ہو گا ۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے عین مطابق ہو گا ۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ حضور ﷺ کی غیر معروف کا حکم دیں ۔ یہ قید محض اس لیے ذکر کی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لیے معروف شرط ہے جہاں غیر معروف کا احتمال ہی نہیں ،تو او رکون ہے جس کو یہ حق پہنچے کہ وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف غیر معروف قانون سازی کرے اور اس پر عمل کرنے کا لوگوں کو حکم دے ۔[10]

معروف کی قید کے بارے امام ابو بکر جصاص لکھتے ہیں :

وَ قَد عَلِمَ اللہُاَنَ نَبِیَہُ لَا یَاَمُرُ اِلَا بِمَعرُوفِ اِلَا اَنَہُ شُرِطَ فِی النَہِیِ عَن عِصیَانِہِ اِذَا اَمَرَہُنَ بِالمَعرُوفِ لِئَلَا یَتَرَخَصُ اَحَدٌ فِی طَاعَۃِ السَلَاطِینِ اِذَا لَم تَکُن طَاعَۃُ اللہِ تَعَالٰی ۔[11]

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کا نبی مکرم ﷺ معروف کے بغیر کسی اور چیز کا حکم نہیں دیتا لیکن یہاں معروف کی شرط اس لیے لگائی تا کہ کوئی شخص بادشاہوں کے ان احکام کی اطاعت کا جواز بھی نہ نکال لے جن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پائی جاتی ہے ۔

علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے اس آیت کریمہ کے تحت حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہندہ کا ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب خواتین بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئیں تو ہندہ بھی بھیس بدل کر منہ کو چھپائے ہوئے حاضر ہوئی ۔ اسے یہ خوف تھا کہ حضور ﷺ اس کو پہچان نہ لیں ۔ حضور ﷺ نے ان عورتوں سے فرمایا : میں اس شرط پر تمہیں بیعت کرتا ہوں کہ تم وعدہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گی ۔ ہندہ چپ نہ رہ سکی کہنے لگی کہ جس شرط کے بغیر مردوں کی بیعت قبول نہیں ہوئی ، اس کے بغیر ہماری بیعت کیسے قبول ہو سکتی ہے ؟ پھر حضور ﷺ نے فرمایا : دوسری شرط یہ ہے کہ تم چوری نہیں کرو گی ۔ ہندہ پھر بولی میں ابو سفیان کے مال سے کچھ مال لے لیا کرتی تھی ۔ معلوم نہیں وہ میرے لیے حلال ہے یا نہیں ؟ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ پاس کھڑے تھے ۔ انہوں نے کہا کہ آج تک جو تم نے لیا ہے ، وہ تمہارے لیے حلال ہے ۔ حضور ﷺ یہ سن کر ہنس پڑے اور اس کو پہچان لیا ۔ فرمایا : تو ہندہ بنت عتبہ ہے ؟ کہنے لگی میں ہندہ ہی ہوں ۔ جو گزر چکا ہے اے اللہ کے نبی !اسے معاف فرمادیں ۔اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے در گزر فرمائے ۔ حضور ﷺ نے فرمایا : تیسری شرط یہ ہے کہ تم زنا نہیں کرو گی ہندہ بولی : کیا آزاد عورتیں بھی ایسا کرتی ہیں ؟ پھر حضور ﷺ نے فرمایا : چوتھی شرط یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی ۔ ہندہ کی رگ ظرافت پھر پھڑکی ۔ کہنے لگی کہ ان کے باپو ں کو تو آپ نے قتل کر دیا اب ان کے بچوں کے لیے آپ ہم کو نصیحت کرتے ہیں یہ بات سن کر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے اور حضور ﷺ کے لب مبارک بھی تبسم آشنا ہو ئے ۔ حضو رﷺ نے فرمایا : پانچویں بات یہ ہے کہ تم کسی پر جھوٹا بہتان نہیں باندھو گی ۔ اس نے کہا: بے شک بہتان تراشی قبیح چیز ہے ۔اور اللہ تعالیٰ ہدایت اور مکارم اخلاق کے بغیر اور کسی چیز کا حکم نہیں دیتا ۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا : یہ وعدہ کرو کہ جس نیک کام کا میں حکم دوں گا اس کو تم بجا لاؤ گی ۔ہندہ بولی کہ ہم آپ کے قدموں میں حاضر بیٹھی ہیں اور ہمارے دل میں قطعاً یہ خیال نہیں کہ ہم حضور ﷺ کے کسی حکم سے شرتابی کریں گی ۔[12]

عورت کی تربیت گاہ اور تعلیم کی جگہ اس کا اپنا گھر ہے اس لیے اسلام نے والدین اور شوہر کو اس طرف متوجہ کیا ہے اور ان کو حکم دیا ہے کہ وہ اس کو اچھے اور برے کی تمییز سکھائیں اور اس کو غلط کاموں میں پڑنے سے بچائیں اسی تربیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔[13]

اے ایمان والو!اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

اس آیت کریمہ میں اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچانے کا حکم دیا گیا ہے ،گھر والوں کو آگ سے صرف اور صرف اسی وقت بچایا جا سکتا ہے جب ان کو اچھی تعلیم دلوائیں اور ان کی اچھی تربیت کریں ۔گھر والوں میں بیوی

[9] محمد شفیع ، معارف القرآن ، جلد:۸، ص:۴۱۸

[10] الازہری، محمد کرم شاہ ، ضیاء القرآن ،ج:۵، ص:۲۰۵۔۲۰۴

[11] جصاص ،احمد بن علی ، رازی ، ابو بکر ،احکام القرآن ، دار احیاء التراث ، بیروت،ج:۳، ص :۴۴۳۔۴۴۲

[12] آلوسی ،محمود بن عبد اللہ ،ابو الثناء ، شہاب الدین ،الامام،روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی، جزو:۲۸،ص :۸۲۔۸۱

[13] تحریم۶۶:۶

Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635

Print ISSN 3006-4627

Vol. 3 No. 11 (2025)

اور اولاد وغیرہ سب شامل ہیں کیونکہ لفظ اہل کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے جیسا کہ مفتی محمدشفیع صاحب نے اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہےکہ لفظ اَہلِیکُم میں اہل و عیال سب داخل ہیں جن میں بیوی ، اولاد ، غلام ، باندیاں سب داخل ہیں اور بعید نہیں کہ ہمہ وقتی نوکر چاکر بھی غلام باندیوں کے حکم میں ہوں ۔[14]پہلے دور میں غلام اور باندیاں تھے لیکن موجود ہ دور میں نوکر اور ملازم وغیرہ ہوتے ہیں نوکر اور ملازم وغیرہ کو غلام اور باندیوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح غلام اور باندیاں تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اہل میں داخل ہیں اسی طرح نوکر اور ملازم وغیرہ بھی اہل میں داخل ہیں۔اس آیت کریمہ میں لفظ قوا امر کا صیغہ ہے اور امر جب قرینہ سے خالی ہوتا ہے تو اس وقت وجوب کے لیے آتا ہے لہذا آیت کریمہ کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا لازمی امر ہے اگر کسی نے اپنی اولاد یا اپنی بیوی کی تعلیم و تربیت نہ کی تو قیامت کے دن سے اس کی پکڑ ہو گی ۔ کتنی تعلیم و تربیت کرنا ضروری ہے ؟ اس بارے میں مفتی محمد شفیع صاحب اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں کہ فقہاء نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کے لیے کوشش کرے ۔[15]

اسی آیت کے تحت مولاناابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ ایک شخص کی ذمہ داری صرف اپنی ذات ہی کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کا کام یہ بھی ہے کہ نظام فطرت نے جس خاندان کی سربراہی کا بار اس پر ڈالا ہے اس کو بھی وہ اپنی حد استطاعت تک ایسی تعلیم و تربیت دے جس سے وہ خدا کے پسندیدہ انسان بنیں اور اگر وہ جہنم کی راہ پر جا رہے ہوں تو جہاں تک بھی اس کے بس میں ہو ان کو اس سے روکنے کی کوشش کرے اس کو صرف یہ فکر نہیں ہونی چاہیے کہ اس کے بال بچے دنیامیں خوشحال ہوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسے یہ فکر ہونی چاہیے کہ وہ آخر ت میں جہنم کا ایندھن نہ بنیں ۔[16]

ان دونوں اقتباسات سے پتا چل گیا کہ مرد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی بیوی اور اولاد کو اچھی تعلیم دے اور ان کی اچھی تربیت کرے ۔اولاد لڑکے اور لڑکیوں دو قسم پر مشتمل ہے جس طرح لڑکوں کی اچھی تربیت کرنا ضروری ہے اور ان کو اچھی تعلیم دلوانا ضروری ہے اسی طرح لڑکیوں کو بھی اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنا ضروری ہے ۔پیر محمد کر م شاہ الازہری علیہ الرحمۃ اس آیت کریمہ کی تفسیرمیں لکھتے ہیں کہ اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو آتش جہنم سے بچائیں لیکن ان کی ذمہ داری اپنی ذات تک محدود نہیں بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی عذاب دوزخ سے بچانے کی کوشش کرنا ان پر لازم ہے ۔[17]

پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ کاش ۱ ہم اس فرمان خداوندی اور ان ارشادات نبوی کی روشنی میں اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں تو ہمیں اپنے بچوں اور بچیوں سے بے راہ روی اور آوارہ مزاجی کا شکوہ نہ رہے ، آج جبکہ درس گاہوں ، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں دینی تعلیم و تربیت کا کوئی مؤثر اور حکیمانہ اہتمام نہیں ، بلکہ یہ درس گاہیں لادینی نظریات اور ملحدانہ افکار کی رزم گاہیں بن چکی ہیں ۔جب معاشرے کی وہ حس تیزی سے کند ہوتی جار ہی ہے جو کسی نازیبا حرکت پر آتش زیر پا ہو جایا کرتی تھی اور ایسا کرنے والے خلاف احتجا ج کی ایک تیز و تند لہر بن کر ابھرتی تھی ۔ آج جب سینما اور ٹی ۔وی کے مخرب اخلاق پروگرام رہی سہی کسر بھی نکال دینے کے درپے ہیں ، اس وجہ سے ماں باپ کی ذمہ داریاں دہ چند ہو گئی ہیں کہ وہ اپنی اولاد کی سخت نگرانی کریں اور اس سے بھی اہم یہ کہ اپنے حسن عمل اور اچھے نمونہ سے ان کے دلوں میں نیکیوں اور بھلائیوں سے ایک والہانہ محبت پیدا کر دیں ۔ اگر ہماری بے حسی کے باعث لادینی کی بپھری ہوئی موجوں نے ہمارے گھر کا مورچہ بھی سر کر لیا تو پھر آنے والی نسلوں کا خدا ہی حافظ ہے ۔[18]

خواتین کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سورت احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِاللهِ وَالْحِكْمَةِاِنَّ اللهَ كَانَ لَطِيفًاخَبِيرًا۔[19]

اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور حکمت پڑھی جاتی ہے بے شک اللہ ہر باریکی جانتا خبردار ہے ۔

---

[14]محمد شفیع ، معارف القرآن ، جلد:۸،ص:۵۰۲

[15]محمد شفیع ، معارف القرآن ، ج:۸،ص:۵۰۳

[16]مودودی ، ابو الاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن ،ادارہ ترجمان القرآن،لاہور، جلد:۶، ص :۳۰-۲۹

[17]الازہری ، محمد کرم شاہ ، ضیاء القرآن ، ج:۵، ص:۳۰۰

[18]الازہری ، محمد کرم شاہ ، ضیاء القرآن ، ج:۵، ص:۳۰۱

[19]الاحزاب ۳۳:۳۴

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN 3006-4635
Print ISSN 3006-4627
Vol. 3 No. 11 (2025)

اس آیت کریمہ میں بھی خواتین کو اچھی تعلیم دلوانے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ، اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کو یاد کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے آیات اور حکمت ۔ مفسرین نے کہا ہے کہ آیات سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے ۔آیت کریمہ میں موجود آیات اور حکمت کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ آیات اللہ سے مراد قرآ ن اور حکمت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور سنت رسول ہے ۔ جیسا کہ عام مفسرین نے حکمت کی تفسیراس جگہ سنت سے کی ہے ، اور لفظ ذکرن کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں : ایک یہ کہ ان چیزوں کو خود یاد رکھنا جس کا نتیجہ ان پر عمل کرنا ہے ، دوسرے یہ کہ جو کچھ قرآن ان کے گھروں میں ان کے سامنے نازل ہوا جو تعلیمات رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیں اس کا ذکر امت کے دوسرے لوگوں سے کریں اور ان کو پہنچائیں ۔[20]

امام محمد بن جریر طبری حکمت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وَ یُعنٰی بِالحِکمَۃِ مَا اَوحَی اللہُ اِلٰی رَسُولِ اللہِ عَلَیہِ السَلَامِ مِن اَحکَامِ دِینِ اللہِ وَلَم یُنزَل بِہِ قُرآنٌ وَذٰلِکَ سُنَّۃٌ۔[21]

حکمت سے مراد وہ باتیں ہیں جن کی رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کی گئی لیکن اسے قرآ ن میں نازل نہیں کیا گیا اور وہ سنت ہے ۔

علامہ عبد الرحمن بن ناصر سعدی آیات اور حکمت کی تفسیر کرتے ہوئے اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو عمل کا حکم دیا جو کہ چند چیزوں کے کرنے اور چند چیزوں کے نہ کرنے کا نام ہے تو اللہ نے انہیں علم کا حکم دیا اور انہیں علم کے حصول کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ تم ان آیات الہیہ اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچارہتا ہے اور آیات اللہ سے مراد قرآن ہے اور حکم سے قرآنی اسرار اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد ہے اور انہیں ذکر کا حکم ، تلاوت کے ذریعے الفاظ کو یاد رکھنے اور اس میں غور و فکر اور احکامات کی تخریج کے ذریعہ اس کے معانی کو یاد رکھنے پر مشتمل ہے ۔[22]

مولانا ابو الاعلیٰ مودودی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اصل میں لفظ واذکرن استعمال ہوا ہے جس کے دو معنی ہیں " یا درکھو" اور " بیان کرو " پہلے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ اے نبی کی بیویو ، تم کبھی اس بات کو فراموش نہ کرنا کہ تمہارا گھر وہ ہے جہاں سے دنیا بھر کو آیات الہی اور حکمت و دانائی کی تعلیم دی جاتی ہے اس لیے تمہاری ذمہ داری بڑی سخت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اسی گھر میں لوگ جاہلیت کے نمونے دیکھنے لگیں ، دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بیویو !جو کچھ تم سنو اور دیکھو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرتی رہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر وقت کی معاشرت سے بہت سی ہدایات تمہارے علم میں ایسی آئیں گی جو تمہارے سوا کسی اور ذریعہ سے لوگوں کو معلوم نہ ہو سکیں گی ۔[23]

ان اقتباسات سے معلوم ہو گیا کہ قرآن و احادیث میں بیان کردہ علوم و معارف کے حصول کا ازواج مطہرات کو اللہ کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کیونکہ علم کے حصول کے بغیر صحیح عمل کا تصور نا ممکن ہے اور جس طرح شرعی احکامات کی بجا آوری امہات المؤمنین پر لازم تھی اسی طرح باقی خواتین پر بھی لازم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کا حکم جس طرح ازواج مطہرات کو تھا اسی طرح امت کی باقی خواتین کو بھی ہے نبی اکرم ﷺ کے تعدد ازواج کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی تھی کہ ازواج مطہرات کے واسطہ سے شرعی مسائل اور تعلیم نبوت عام عورتوں تک بھی پہنچ جائے ۔

قرآن کریم کی بعض آیات میں حصول علم کی رغبت دلانے کے لیے مذکر کے صیغے استعمال کر کے اس سے مرد و خواتین دونوں مراد لیے گئے ہیں ۔ قرآن کریم میں جہاں بھی حصول علم کے لیے مذکر کا صیغہ استعمال کیاگیا ہے اس سے صرف مرد حضرات مراد نہیں ہیں بلکہ خواتین کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے کیونکہ اگر صرف مرد حضرات کو ہی مراد لیا جائے تو پھر خواتین کا مقصد حیات ہی فوت ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنسَ اِلَّالِیَعْبُدُونِ۔[24]

اورمیں نے جن اور آدمی اتنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کر یں ۔

---

[20] محمد شفیع ، معارف القرآن ، ج:۷،ص:۱۴۱

[21] طبری ، محمد بن جریر ، ابو جعفر ، جامع البیان فی تاویل القرآن ، دار الکتب العلمیہ ،بیروت ، ج:۹، ص:۲۲

[22] السعدی ، عبد الرحمن بن ناصر ، شیخ ، العالم ، تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان ، مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت ، ص:۴۱۲

[23] مودودی ، تفہیم القرآن ، ج:۴، ص:۹۴

[24] الذاریات ۵۱:۵۶

Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635

Print ISSN 3006-4627

Vol. 3 No. 11 (2025)

انسان اور جنوں کی پیدائش کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور انسان دو اقسام مرد و خواتین پر مشتمل ہیں اگر خواتین کو حصول علم سے مستثنیٰ قرار دیا جائے تو پھر وہ عبادت نہیں کر سکیں گیں کیونکہ علم کے بغیر عبادت کرنا مشکل ہے ۔حصول علم کی طرف رغبت دلانے کے لیے سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔[25]

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں ۔

قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں قبیلہ کے کچھ افراد کے لیے علم کا حصول ضروری قراردیا گیا اس میں مرد و خواتین کا استثناء نہیں کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کے لیے علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے اس آیت کریمہ میں جس علم کے حصول کو فرض قرار دیا گیا ہے وہ فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ ہے ۔ علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمۃ اسی آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ آیت طلب علم کے وجوب میں اصل ہے اور یہ کہ کتاب اور سنت کا علم اور اس کی فقہ (سمجھ) حاصل کرنا فرض ہے اوریہ فرض عین نہیں ہے ،کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر یہ واجب نہیں کیا کہ وہ علم دین کے حصول کے لیے سفر کریں بلکہ مسلمانوں کی ایک سماعت پر یہ فرض کیاہے اس لیے یہ فرض کفایہ ہے ۔[26]

اس تفسیر ی اقتباس سے واضح ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں فرض سے مراد فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے ۔ اور اس آیت کریمہ میں جس علم کے حصول کی بات کی گئی ہے وہ علم دین ہے اگرچہ باقی علوم کا حصول بھی اس دور میں بہت ضروری ہے لیکن ان علوم کے وہ فضائل نہیں ہیں جو کہ علم دین کے حصول کے ہیں ۔ پیر محمدکرم شاہ الازہری اس علم کے فرض کفایہ ہونے کے بارے لکھتے ہیں:

مِن كُلِ فِرقَةٍ مِنهُم طَائِفَةٌ"کے الفاظ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ملت اسلامیہ کا ہر فرد اپنا گھر بار چھوڑ کر طلب علم میں مصروف ہو جائے کیونکہ اس طرح تو نظام اجتماعی درہم برہم ہو جائے گا ۔ تجارت ، زراعت ، صنعت وغیرہ سب میں خلل واقع ہو جائے گا بلکہ اتنا ہی کافی ہے کہ ہر بستی میں سے چند افراد حصول علم دین اور تبلیغ و اشاعت کے کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیں ۔[27]

اس اقتباس میں پیر صاحب نے فرض کفایہ کا اگر چہ ذکر نہیں کیا لیکن ان کے بیان کیے ہوئے الفاظ سے پتا چل رہا ہے کہ یہ علم فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے ۔ کیونکہ اگر یہ فرض عین ہوتا تو پھر اس کا حصول ہر مرد و زن پر لازم ہو تا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

طَلَبُ العِلمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِ مُسلِمٍ وَوَاضِعُ العِلمِ عِندَ غَيرِ اَهلِهِ كَمُقَلِدِ الخَنَازِيرِالجَوهَرَ وَاللُؤلُؤَ وَالذَهَبَ۔[28]

حضرت سیدنا انس بن مالک سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:علم حاصل کرنا فرض ہے ہر ایک مسلمان پراور غیر اہل کو علم سکھانا ایسا ہے جیسے خنزیر کو جوہر ، موتی اور سونے کا ہار پہنانا۔

یہ ظاہر ہے کہ اس حدیث میں علم سے مراد علم دین ہی ہے ۔دنیوی علوم و فنون عام دنیا کے کاروبار کی طرح انسان کے لیے ضروری سہی مگر ان کے وہ فضائل نہیں ۔پھر علم دین ایک علم نہیں ، بہت سے علوم پر مشتمل ایک جامع نظام ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت اس پر قادر نہیں ، کہ ان سب علوم کو پوراحاصل کر سکے ، اس لیے حدیث مذکورہ میں جو علم ہر مسلمان پر فرض فرمایا ہے اس سے مراد علم دین کا صرف وہ حصہ جس کے بغیر آدمی نہ فرائض ادا کر سکتا ہے نہ حرام چیزوں سے بچ سکتا ہے ، جو ایمان و اسلام کے کیے ضروری ہے باقی علوم کی تفصیلات قرآن و حدیث کے تمام معارف و مسائل پھر ان سے نکالے ہوئے احکام و شرائع کی پوری تفصیل یہ نہ ہر مسلمان کی قدرت میں ہے نہ ہر ایک پر فرض عین ہے البتہ پورے عالم اسلام کے ذمہ فرض کفایہ ہے ، ہر شہر میں ایک عالم ان تمام علوم و شرائع کا ماہر ہو موجود ہو تو باقی مسلمان اس فرض سے سبکدوش ہو جاتے ہیں ، اور جس شہر یا قصبہ میں ایک بھی عالم نہ ہو تو شہر والوں پر فرض ہے کہ اپنے میں سے کسی کو عالم بنائیں ، یا باہر سے کسی عالم کو بلا کر

---

[25] توبۃ:۹:۱۲۲

[26] سعیدی ، غلام رسول ، علامہ ، تبیان القرآن ، فرید بک سٹال ، لاہور ، ج:۵، ص:۲۹۲

[27] الازہری ، محمد کرم شاہ ، ضیاء القرآن ، ج:۲، ص:۲۶۵

[28] ابن ماجہ ،،محمد بن یزید،ابو عبد اللہ، القزوینی ،السنن،المقدمۃ،باب فضل العلماء و الحث علی طلب العلم،مکتبہ ، رحمانیہ ، لاہور،ص:۱۱۶، حدیث:۲۲۴

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN 3006-4635
Print ISSN 3006-4627
Vol. 3 No. 11 (2025)

اپنے شہر میں رکھیں تا کہ ضرورت پیش آنے پر باریک مسائل کو اس عالم سے فتویٰ لے کر سمجھ سکیں اور عمل کر سکیں ۔[29]اس آیت کریمہ کے تحت پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

جس دین کا مقصد دل کی دنیا بدلنا ہو او ر انسان کی زندگی کے کارواں کے لیے ایک بلند منزل متعین کرنا اور اس تک پہنچنے کی تڑپ پیدا کرنا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ماننے والوں میں ایسے لوگوں کی کافی تعداد موجود ہو جو اس دین کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف ہوں جو اس کے اغراض و مقاصد کو اچھی طرح سمجھتے ہوں اور دوسروں کو سمجھانے اور ان کے دل نشین کرنے کی استعداد رکھتے ہوں ۔ اس چیز کی اہمیت کے پیش نظر ان آیات کے درمیان جن میں جہادکی ترغیب اور جہاد سے پیچھے رہنے والوں کی مذمت کی جار ہی ہے ایک ایسی آیت بیان فرمائی جس میں دین کے اس مقصد اعلیٰ کی طرف توجہ مبذول کرائی کہ مسلم آبادی کے وہ علاقے جو دینی اور علمی مرکزوں سے دور ہیں وہاں سے چند طالبان علم ان مرکزوں میں آئیں اور عالمان دین کی خدمت میں کچھ عرصہ رہ کر دین کی صحیح سمجھ پید اکر یں ۔ اور جب فیض صحبت سے ان کے دلوں میں نور بصیرت پیدا ہو جائے تو پھر اپنے اپنے دور افتادہ وطنوں کی طرف لوٹ آئیں اور وہاں کے رہنے والوں میں احکام اسلام کی تبلیغ کریں تاکہ امت مسلمہ کا ہر فرد اپنے دین کی روح سے واقف ہو اور اس کے احکام سے باخبر ہو تا کہ بے علمی کی وجہ سے ان کا رابطہ اسلام کے ساتھ کمزور نہ ہو جائے اورجہالت کے باعث مسلم سوسائٹی میں اخلاقی اور اعتقادی بے اعتدالیاں رونما نہ ہو نے لگیں۔[30]حصول علم کا مدعا اور حصول علم کی نیت کیا ہونی چاہیے ؟ حصول علم کا مدعا یہ ہونا چاہیے کہ علم حاصل کر کے اس کو آگے پھیلا یا جائے گاجہاں پر جہالت کا اندھیرا چھا جائے وہاں پر علم کے نور سے روشنی پھیلائی جائے گی ۔ اس بارے پیر محمد کرم شاہ الازہر ی لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کے حصول علم کا مدعا صرف یہ ہونا چاہیے کہ وہ واپس آ کر اپنے علم و عرفان کی شمع سے ہر گھر میں اجالا کر دیں ۔ جہاں کہیں اعتقادی اورعملی تاریکی کا سراغ پائیں اپنے نور کا رخ ادھر موڑ دیں ۔ اسلام نے علم اور اس کی ترویج کے لیے جتنا اہتمام فرمایا ہے قرآن کے صفحات اور احادیث کے دفاتر اس سے لبریز ہیں ۔ اور انہی ارشادات کی برکت تھی کہ عرب کے گنوار اور جاہل دیکھتے ہی دیکھتے اقوام عالم کے امام بن گئے ۔جہاں ان کی عظمت کا جھنڈا گڑا وہاں سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹ نکلے ۔ کوہ و دمن میں جہاں کہیں وہ خیمہ زن ہوئے مسجد و مدرسہ کے بلند مینار معرفت کی تجلیاں بکھیرنے لگے ۔ [31]

ہر فیلڈ کے طالب علم کی یہ نیت ہو نی چاہیے کہ وہ حاصل کیے ہوئے علم کو آگے پھیلائے گا ۔ علم پھیلانے کا سلسلہ صرف دینی علوم کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ تمام علوم کے حصول میں اگر یہ ہی نیت رکھی جائے تو دنیا سے جہالت کے اندھیرے کو ختم کیا جا سکتا ہے ۔علامہ قرطبی اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

ہٰذِہِ الاٰیَۃُ اَصلٌ فِی وُجُوبِ طَلَبِ العِلمِ۔[32]

یہ آیت کریمہ طلب علم کی فرضیت کی دلیل ہے۔

تمام تفصیل سے پتا چل گیا کہ کہ علم حاصل کرنا صرف مرد کے لیے ہی ضروری نہیں ہے بلکہ خواتین کے لیے بھی ضروری ہے ۔

سورہ نور میں خواتین کی تعلیم و تربیت کے حوالہ سے بہت سارے احکام ذکر کیے گئے ہیں جن میں خواتین کے لیے زندگی گزارنے کے طریقے بیان کیے گئے ہیں کہ اگر وہ ان طریقوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں گی تو دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کریں گیں ۔ قرآن کریم میں ہر عمر کی خواتین کے لیے زندگی گزارنے کے اصول بیان کیے گئے ہیں مثلاً خواتین اپنے گھروں سے باہر وقت کس طرح کا لباس پہن سکتی ہیں ؟اور جوان اور بوڑھی خواتین اپنے جسم کو کس حد تک ڈھانپ کر باہر نکلیں گی ؟عمر رسیدہ خواتین کے پردہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَن يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔[33]

او ربوڑھی خانہ نشین عورتیں جنہیں نکاح کی آرزو نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اتار رکھیں جب کہ سنگھار نہ چمکائیں اور ان سے بھی بچنا ان کے لیے اور بہتر ہے ۔اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۔

اس آیت کریمہ میں بوڑھی خواتین کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ اگر اپنے اضافی کپڑے مثلاً جلباب وغیرہ اتار دیں اور اپنا چہرہ کھلا بھی رکھیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس رخصت کے لیے دو شرائط بیان کی گئی ہیں:

---

[29]محمد شفیع، معار ف القرآن ، ج:۴، ص:۴۸۹

[30]الازہری ، محمد کرم شاہ ، ضیاء القرآن ، ج:۲، ص:۲۶۵

[31]الازہری ، محمد کرم شاہ ، ضیاء القرآن ، ج:۲، ص:۲۶۶

[32]قرطبی ، محمد بن احمد بن ابو بکر بن فرح ،ابو عبد اللہ ،الجامع لاحکام القرآن والمبین لما تضمن من السنۃ وآی القرآن،دارالکتب العلمیہ ،بیروت، جزو:۸،ص:۲۹۳

[33]النو ر۲۴:۶۰

Policy Journal of Social Science Review
Online ISSN 3006-4635
Print ISSN 3006-4627
Vol. 3 No. 11 (2025)

۱:۔وہ عورتیں ایسی ہوں جو نکاح سے بالکل مایوس ہو چکی ہوں یعنی بانجھ ہو چکی ہوں نہ ان کو جنسی خواہش ہو اور نہ ان کو دیکھ کر کسی کو جنسی خواہش پیدا ہو سکتی ہو ۔
۲:۔وہ بوڑھی عورتیں دوسرے مردوں کے سامنے بغیر میک اپ کے جائیں ۔
بوڑھی خواتین کے لیے اضافی کپڑے اتارنے کی رخصت افضل عمل نہیں ہے بلکہ ان کے لیے افضل عمل یہ ہے کہ وہ اضافی کپڑے نہ اتاریں کیونکہ قرآن کریم کی اسی آیت کریمہ کے آخری الفاظ یہ ہیں : وَأَن يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ '' اگر وہ اس رخصت سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ان کے لیے بہتر ہے ۔
اضافی کپڑوں سے مراد دوپٹہ وغیرہ نہیں ہے بلکہ اس سے جلباب وغیرہ مراد ہیں ۔ اسی طرح مفسرین نے ثیابہن کی وضاحت کی ہے ۔
امام محمد بن جریر طبری علیہ الرحمۃ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
فَلَيسَ عَلَيهِنَ حَرَجٌ وَلَا اِثمَ اَن يَضَعنَ ثِيَابَهُنَ يَعنِى جَلَا بِيبِهِنَ وَهِىَ القِنَاعُ الَذِى يكُونُ فَوقَ الخِمَارِ وَالرِدَاءَ الَذِى يَكُونُ فَوقَ الِثيَابِ لَا حَرَجَ عَلَيهِنَ اَن يَضَعنِ ذٰلِكَ عِندَ المَحَارِمِ مِنَ الرِجَالِ وَغَيرِالمَحَارِمِ مِنَ الغُرَبَاءِ غَيرَ مُتَبَرِجَاتِ بِزِينَةِ۔[34]
ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ اپنے کپڑے یعنی جلباب وغیرہ اتار کر رکھ دیں اور جلباب سے مراد وہ نقاب ہے جو کہ دوپٹے کے اوپر لیا جاتا ہے اور وہ چادر ہے جو کہ کپڑوں کے اوپر لی جاتی ہے ۔ ان عورتوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر وہ یہ نقاب یا چادر اپنے محارم اور غیرمحارم افراد کے سامنے اتار کر رکھ دیں لیکن زینت ظاہر نہ کریں ۔ علامہ زمحشری لفظ ثیاب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
وَالمُرَادُ بِالثِيَابِ الظَاهِرَةُ كَالمِلحَفَةِ وَالجِلبَابُ الَذِى فَوقَ الخِمَارِ۔[35]
ثیاب سے مراد وہ کپڑے ہیں جو ظاہری ہوں مثلاً اوڑھنی اور جلباب جو ڈوپٹے کے اوپر ہوتا ہے ۔
امام بغوی فرماتے ہیں:
يَعنِى يَضَعنَ بَعضَ ثِيَابِهِنَ وَهِىَ الجِلبَابُ وَالرِدَاءُ الَذِى فَوقَ الثَوبِ وَالقِنَاعُ الَذِى فَوقَ الخِمَارِ فَامَا الخِمَارُ فَلَا يَجُوزُ وَضعُهُ۔[36]
یعنی کہ وہ اپنے بعض کپڑے اتار دیں اور وہ جلباب اور چادر ہے جو کہ کپڑوں کے اوپر ہوتی ہے یا وہ نقاب ہے جو کہ دوپٹے کے اوپر ہوتا ہے جہاں تک دوپٹے کا تعلق ہے اس کا اتارنا جائز نہیں ہے ۔
شریعت اسلامیہ نے خواتین کے لیے باہر نکلنے کے طریقے تک کو بیان کر دیا ہے اس کے علاوہ زندگی کے جتنے بھی معاملات ہیں شریعت اسلامیہ نے ان تمام کو بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے اگر خواتین کو تعلیم و تربیت سے دور رکھا جائے گا تو وہ ان تعلیمات پر عمل پیرا نہیں ہو سکیں گی ۔
ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیت کریمہ میں نبی اکرم ﷺ نے خواتین سے چھ چیزوں پر بیعت لی۔ (۱) شرک نہ کرنا ۔ (۲) چوری نہ کرنا ۔ (۳) زنا نہ کرنا ۔ (۴) اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا ۔ (۵) بہتان نہ باندھنا ۔ (۶) نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی نہ کرنا ۔ ان تمام چیزوں سے خواتین اس وقت ہی رک سکتی ہیں جب ان چیزوں کا ان کو علم ہو گا۔ اور ان چیزوں کا علم اسی وقت ہو گا جب وہ علم سیکھیں گی ۔ دوسری آیت کریمہ میں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے آپ اور اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے بچائیں ۔ اس کے تحت مفتی محمد شفیع صاحب نے لکھا تھا کہ لفظ اہل تمام اہل و عیال کو شامل ہے اور ہر شخص پر فرض ہے کی اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال و حرام کے احکام سکھائے ۔ پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اس کے تحت لکھا تھا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں ۔ تیسری آیت میں فرمایا گیا کہ کہ گھروں میں جو آیات کریمہ اور احادیث نبویہ پڑھی جاتی ہیں ان کو یاد کر لیں ۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ خواتین کے لیے قرآن کریم اور احادیث طیبہ کی تعلیم حاصل کرنا جائز ہے ۔ جب قرآن کریم اور احادیث طیبہ کی تعلیم حاصل کرنا جائز ہے تو پھر باقی تمام جائز علوم کا حصول بدرجہ اولی جائز ہو جائے گا۔ چوتھی آیت کریمہ میں ایک قبیلہ سے کچھ لوگوں کو حصول تعلیم کے لیے نکلنے کا حکم دیا گیا ۔ حصول تعلیم کے اس حکم میں مرد وخواتین دونوں داخل ہیں ۔

خلاصہ بحث

قرآنِ کریم کی روشنی میں تعلیمِ نسواں ایک بنیادی اور نہایت اہم موضوع ہے جس نے انسانی معاشرت کے فکری، اخلاقی اور تمدنی پہلوؤں کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔ قرآن نے عورت کو محض ایک صنفِ نازک یا معاشرتی تابع کی حیثیت نہیں دی بلکہ اسے ایک خود مختار، صاحبِ عقل، صاحبِ فہم اور ذمہ دار انسان کے طور پر پیش کیا ہے۔ قرآنِ مجید نے علم کو ایمان و عمل کی بنیاد قرار دیا اور کسی بھی انسانی تفریق، صنفی امتیاز یا طبقاتی فرق کے بغیر حصولِ علم کو فرض کے درجے میں رکھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ نے انسان کو علم سکھایا، قلم کے ذریعے تعلیم دی اور اسی علم کو فضیلت کا معیار قرار دیا۔ اس عمومی تعلیم میں عورت مرد دونوں شامل ہیں کیونکہ قرآنِ کریم نے "انسان" کو خطاب کیا ہے نہ کہ صرف مرد کو۔ قرآن نے عورتوں کے اندر غور و فکر، تدبر اور شعورِ زندگی کو بیدار کرنے کی تعلیم دی تاکہ

---

[34] طبری ، تفسیر طبری ، جلد:۹،ص: ۳۴۸
[35] زمحشری، محمود اللہ بن عمر بن محمد خوارزمی ، جار اللہ ، ابو القاسم ، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل،جلد:۳، ص:۸۶
[36] بغوی ، حسین بن مسعود،ابو محمد ،امام ،الفراء ،تفسیر بغوی المسمی معالم التنزیل، جلد:۴،ص:۴۴۹

Policy Journal of Social Science Review

Online ISSN 3006-4635

Print ISSN 3006-4627

Vol. 3 No. 11 (2025)

وہ معاشرتی ذمہ داریوں، دینی فریضوں اور اخلاقی اقدار کی روشنی میں اپنی عملی زندگی بہتر بنا سکیں۔ قرآن میں خواتین کی مثالیں—مثلاً حضرت مریم، حضرت آسیہ اور حضرت بلقیس—علم، بصیرت اور حکمت کی علامت کے طور پر بیان ہوئی ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ عورت اگر علم حاصل کرے تو نہ صرف اپنے کردار بلکہ معاشرے کی تعمیر میں بھی عظیم کردار ادا کر سکتی ہے۔ تعلیمِ نسواں دراصل قرآن کے اُس نظریۂ مساوات کی عملی تعبیر ہے جو انسانی کرامت کو بنیاد بناتا ہے۔ جہالت، ظلم، پسماندگی اور غلامی کے اندھیروں سے نکلنے کے لیے قرآن نے علم کو روشنی قرار دیا اور یہ روشنی عورت کے لیے بھی اُتنی ہی ضروری ہے جتنی مرد کے لیے۔ عورت جب تعلیم یافتہ ہوتی ہے تو نسلوں کو شعور، اخلاق اور ایمان کی دولت عطا کرتی ہے، یوں ایک تعلیم یافتہ عورت پورے خاندان اور معاشرے کی اصلاح و ترقی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ قرآنِ کریم نے عورت کو حقِ تعلیم کے ساتھ حقِ فہمِ دین بھی دیا تاکہ وہ اپنی عبادات، حقوق و فرائض کو شعور کے ساتھ ادا کر سکے۔ اس لحاظ سے قرآنِ کریم کی تعلیمات عورت کی علمی خودمختاری، فکری آزادی اور روحانی بلندی کی ضامن ہیں۔ یوں تعلیمِ نسواں محض دنیاوی ضرورت نہیں بلکہ ایک دینی و اخلاقی فریضہ ہے جو امت کی اصلاح، معاشرتی توازن اور انسانی ترقی کا سرچشمہ بنتا ہے۔